وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾
وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾
فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدۃ ۱۳

اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟(۶۰)
(بلکہ) تم کھیل رہے ہو-(۶۱)
اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور (اسی کی) عبادت کرو-[1] (۶۲)

سُوْرَةُ الْقَمَرِ

سورۂ قمر مکی ہے اور اس میں پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے-

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾

قیامت قریب آگئی[2] اور چاند پھٹ گیا-[3] (۱)

کوئی بات ہے نہ استہزا و تکذیب والی-

(۱) یہ مشرکین اور مکذبین کی توبیخ کے لیے حکم دیا- یعنی جب ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ قرآن کو ماننے کے بجائے' اس کا استہزا و استخفاف کرتے ہیں اور ہمارے پیغمبر کے وعظ و نصیحت کا کوئی اثر ان پر نہیں ہو رہا ہے' تو اے مسلمانو! تم اللہ کی بارگاہ میں جھک کر اور اس کی عبادت و اطاعت کا مظاہرہ کر کے قرآن کی تعظیم و توقیر کا اہتمام کرو- چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے سجدہ کیا' حتیٰ کہ اس وقت مجلس میں موجود کفار نے بھی سجدہ کیا- جیسا کہ احادیث میں ہے-

☆ یہ بھی ان سورتوں میں سے ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید میں پڑھا کرتے تھے- كَمَا مَرَّ.

(۲) ایک تو بہ اعتبار اس زمانے کے جو گزر گیا' کیونکہ جو باقی ہے' وہ تھوڑا ہے- دوسرے' ہر آنے والی چیز قریب ہی ہے- چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی بابت فرمایا کہ میرا وجود قیامت سے متصل ہے' یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں آئے گا-

(۳) یہ وہ معجزہ ہے جو اہل مکہ کے مطالبے پر دکھایا گیا' چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا- یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف ہو گیا- (صحیح بخاری' کتاب مناقب الأنصار' باب انشقاق القمر وتفسیر سورۃ اقتربت الساعۃ- و صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ 'باب انشقاق القمر) جمہور سلف و خلف کا یہی مسلک ہے (فتح القدیر) امام ابن کثیر لکھتے ہیں "علما کے درمیان یہ بات متفق علیہ ہے کہ انشقاق قمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا اور یہ آپ ﷺ کے واضح معجزات میں سے ہے' صحیح سند سے ثابت احادیث متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں"-

وَإِن يَرَوۡاْ ءَايَةٗ يُعۡرِضُواْ وَيَقُولُواْ سِحۡرٞ مُّسۡتَمِرّٞ ۝٢
یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔[1] (۲)

وَكَذَّبُواْ وَٱتَّبَعُوٓاْ أَهۡوَآءَهُمۡۚ وَكُلُّ أَمۡرٖ مُّسۡتَقِرّٞ ۝٣
انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔[2] (۳)

وَلَقَدۡ جَآءَهُم مِّنَ ٱلۡأَنۢبَآءِ مَا فِيهِ مُزۡدَجَرٌ ۝٤
یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آچکی ہیں[3] جن میں ڈانٹ ڈپٹ (کی نصیحت) ہے۔[4] (۴)

حِكۡمَةُۢ بَٰلِغَةٞۖ فَمَا تُغۡنِ ٱلنُّذُرُ ۝٥
اور کامل عقل کی بات ہے[5] لیکن ان ڈراؤنی باتوں نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا۔[6] (۵)

فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡۘ يَوۡمَ يَدۡعُ ٱلدَّاعِ إِلَىٰ شَيۡءٖ نُّكُرٍ ۝٦
پس (اے نبی) تم ان سے اعراض کرو جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔[7] (۶)

خُشَّعًا أَبۡصَٰرُهُمۡ يَخۡرُجُونَ مِنَ ٱلۡأَجۡدَاثِ كَأَنَّهُمۡ جَرَادٞ مُّنتَشِرٞ ۝٧
یہ جھکی آنکھوں قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں

---

(۱) یعنی قریش نے، ایمان لانے کے بجائے، اسے جادو قرار دے کر اپنے اعراض کی روش برقرار رکھی۔

(۲) یہ کفار مکہ کی تکذیب اور اتباع اہوا کی تردید و بطلان کے لیے فرمایا کہ ہر کام کی ایک غایت اور انتہا ہے، وہ کام اچھا ہو یا برا۔ یعنی بالآخر اس کا نتیجہ نکلے گا، اچھے کام کا نتیجہ اچھا اور برے کام کا برا۔ اس نتیجے کا ظہور دنیا میں بھی ہو سکتا ہے اگر اللہ کی مشیت مقتضی ہو، ورنہ آخرت میں تو یقینی ہے۔

(۳) یعنی گزشتہ امتوں کی ہلاکت کی، جب انہوں نے تکذیب کی۔

(۴) یعنی ان میں عبرت و نصیحت کے پہلو ہیں، کوئی ان سے سبق حاصل کر کے شرک و معصیت سے بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے۔ مُزْدَجَرٌ اصل میں مُزْتَجَرٌ ہے زَجْرٌ سے مصدر میمی۔

(۵) یعنی ایسی بات جو تباہی سے پھیر دینے والی ہے یا یہ قرآن حکمت بالغہ ہے جس میں کوئی نقص یا خلل نہیں ہے۔ یا اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اور اس کو گمراہ کرے، اس میں بڑی حکمت ہے جس کو وہی جانتا ہے۔

(۶) یعنی جس کے لیے اللہ نے شقاوت لکھ دی ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے، اس کو پیغمبروں کا ڈراوا کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ اس کے لیے تو ﴿ سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَأَنذَرۡتَهُمۡ أَمۡ لَمۡ تُنذِرۡهُمۡ ﴾ والی بات ہے۔ تقریباً اسی مفہوم کی یہ آیت ہے۔
﴿ قُلۡ فَلِلَّهِ ٱلۡحُجَّةُ ٱلۡبَٰلِغَةُۖ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدَىٰكُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴾ (الأنعام: ۱۴۹)

(۷) یَوْمَ سے پہلے اُذْکُرْ محذوف ہے، یعنی اس دن کو یاد کرو۔ نُکُرٌ نہایت ہولناک اور دہشت ناک مراد میدان محشر اور موقف حساب کے اہوال اور آزمائشیں ہیں۔

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸

گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے۔[1] (۷)
پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے[2] اور کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے۔(۸)

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝۹

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا گیا تھا۔[3] (۹)

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰

پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر۔(۱۰)

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَاۗءِ بِمَاۗءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱

پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا۔[4] (۱۱)

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاۗءُ عَلٰٓي اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲

اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام کے لئے جو مقدر کیا گیا تھا (دونوں) پانی جمع ہو گئے۔[5] (۱۲)

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰي ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝۱۳

اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر لیا۔[6] (۱۳)

تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَاۗءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝۱۴

جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔ بدلہ اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا۔(۱۴)

---

(۱) یعنی قبروں سے نکل کر وہ اس طرح پھیلیں گے اور موقف حساب کی طرف اس طرح نہایت تیزی سے جائیں گے، گویا ٹڈی دل ہے جو آناً فاناً فضائے بسیط میں پھیل جاتا ہے۔

(۲) مُهْطِعِيْنَ، مُسْرِعِيْنَ، دوڑیں گے، پیچھے نہیں رہیں گے۔

(۳) وَازْدُجِرَ وَازْتُجِرَ ہے، یعنی قوم نوح نے نوح علیہ السلام کی تکذیب ہی نہیں کی، بلکہ انہیں جھڑکا اور ڈرایا دھمکایا بھی۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴾ ۔(الشعراء، ۱۱۶) "اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دیا جائے گا"۔

(۴) مُنْهَمِرٌ، بمعنی کثیر یا زوردار هَمِرٌ، صَبٌّ (بہنے) کے معنی میں آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چالیس دن تک مسلسل خوب زور سے پانی برستا رہا۔

(۵) یعنی آسمان اور زمین کے پانی نے مل کر وہ کام پورا کر دیا جو قضا و قدر میں لکھ دیا گیا تھا یعنی طوفان بن کر سب کو غرق کر دیا۔

(۶) دُسُرٌ، دِسَارٌ کی جمع، وہ رسیاں، جن سے کشتی کے تختے باندھے گئے، یا وہ کیلیں اور میخیں جن سے کشتی کو جوڑا گیا۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾
اور بیشک ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا کر[1] باقی رکھا پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔[2] (۱۵)

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾
بتاؤ میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی رہیں؟ (۱۶)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾
اور بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے[3] پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ (۱۷)

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾
قوم عاد نے بھی جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں۔ (۱۸)

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾
ہم نے ان پر تیز و تند مسلسل چلنے والی ہوا، ایک پیہم منحوس دن میں بھیج دی۔[4] (۱۹)

---

(۱) تَرَكْنَاهَا میں ضمیر کا مرجع سَفِينَةَ ہے۔ یا فِعْلَةَ۔ یعنی تَرَكْنَا هٰذِهِ الْفِعْلَةَ الَّتِيْ فَعَلْنَاهَا بِهِمْ عِبْرَةً وَّمَوْعِظَةً (فتح القدیر)

(۲) مُدَّكِرٍ، اصل میں مُذْتَكِرٍ ہے۔ تا کو دال سے بدل دیا گیا اور ذال معجمہ کو دال بنا کر، دال کا دال میں ادغام کر دیا گیا۔ معنی ہیں عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے والا۔ (فتح القدیر)

(۳) یعنی اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور اسے زبانی یاد کرنا ہم نے آسان کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ قرآن کریم اعجاز و بلاغت کے اعتبار سے نہایت اونچے درجے کی کتاب ہونے کے باوجود، کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر بھی اسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے، اسی طرح یہ دنیا کی واحد کتاب ہے، جو لفظ بہ لفظ یاد کر لی جاتی ہے ورنہ چھوٹی سی چھوٹی کتاب کو بھی اس طرح یاد کر لینا اور اسے یاد رکھنا نہایت مشکل ہے۔ اور انسان اگر اپنے قلب و ذہن کے دریچے وا رکھ کر اسے عبرت کی آنکھوں سے پڑھے، نصیحت کے کانوں سے سنے اور سمجھنے والے دل سے اس پر غور کرے تو دنیا و آخرت کی سعادت کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں اور یہ اس کے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر کفر و معصیت کی تمام آلودگیوں کو صاف کر دیتی ہے۔

(۴) کہتے ہیں یہ بدھ کی شام تھی، جب اس تند، یخ اور شاں شاں کرتی ہوئی ہوا کا آغاز ہوا، پھر مسلسل ۷ راتیں اور ۸ دن چلتی رہی۔ یہ ہوا گھروں اور قلعوں میں بند انسانوں کو بھی وہاں سے اٹھاتی اور اس طرح زور سے انہیں زمین پر پٹختی کہ ان کے سر ان کے دھڑوں سے الگ ہو جاتے۔ یہ دن ان کے لیے عذاب کے اعتبار سے منحوس ثابت ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بدھ کے دن میں یا کسی اور دن میں نحوست ہے، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ مُسْتَمِرٌّ کا مطلب، یہ عذاب اس وقت تک جاری رہا جب تک سب ہلاک نہیں ہو گئے۔

تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾

جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر دے پٹختی تھی، گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔[۱] (۲۰)

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾

پس کیسی رہی میری سزا اور میرا ڈرانا؟(۲۱)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾

یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟(۲۲)

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔(۲۳)

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾

اور کہنے لگے کیا ہمیں میں سے ایک شخص کی ہم فرمانبرداری کرنے لگیں؟ تب تو ہم یقیناً غلطی اور دیوانگی میں پڑے ہوئے ہوں گے۔[۲] (۲۴)

ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾

کیا ہمارے سب کے درمیان صرف اسی پر وحی اتاری گئی؟ نہیں بلکہ وہ جھوٹا شیخی خور ہے۔[۳] (۲۵)

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾

اب سب جان لیں گے کل کو کہ کون جھوٹا اور شیخی خور تھا؟[۴] (۲۶)

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾

بیشک ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجیں گے۔[۵]

---

(۱) یہ درازی قد کے ساتھ ان کی بے بسی اور لاچارگی کا بھی اظہار ہے کہ عذاب الٰہی کے سامنے وہ کچھ نہ کر سکے دراں حالیکہ انہیں اپنی قوت و طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ أَعْجَازُ، عَجُزٌ کی جمع ہے، جو کسی چیز کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں۔ مُنْقَعِرٌ، اپنی جڑ سے اکھڑ جانے اور کٹ جانے والا۔ یعنی کھجور کے ان تنوں کی طرح، جو اپنی جڑ سے اکھڑ اور کٹ چکے ہوں، ان کے لاشے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

(۲) یعنی ایک بشر کو رسول مان لینا، ان کے نزدیک گمراہی اور دیوانگی تھی۔ سُعُرٌ، سَعِيْرٌ کی جمع ہے، آگ کی لپٹ۔ یہاں اس کو دیوانگی یا شدت و عذاب کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) أَشِرٌ، بمعنی مُتَكَبِّرٌ، یا کذب میں حد سے تجاوز کرنے والا، یعنی اس نے جھوٹ بھی بولا ہے تو بہت بڑا۔ کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ بھلا ہم میں سے صرف اسی ایک پر وحی آنی تھی؟ یا اس ذریعے سے ہم پر اپنی بڑائی جتانا اس کا مقصود ہے۔

(۴) یہ خود، پیغمبر پر الزام تراشی کرنے والے۔ یا حضرت صالح علیہ السلام؟ جن کو اللہ نے وحی و رسالت سے نوازا۔ غَدًا یعنی کل سے مراد قیامت کا دن ہے یا دنیا میں ان کے لیے عذاب کا مقررہ دن۔

(۵) کہ یہ ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟ یہ وہی اونٹنی ہے جو اللہ نے خود ان کے کہنے پر پتھر کی ایک چٹان سے ظاہر فرمائی تھی۔

وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾

پس (اے صالح) تو ان کا منتظر رہ اور صبر کر۔ [۱] (۲۷)

ہاں انہیں خبر کر دے کہ پانی ان میں تقسیم شدہ ہے، [۲] ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہو گا۔ [۳] (۲۸)

انہوں نے اپنے ساتھی کو آواز دی [۴] جس نے (اونٹنی پر) وار کیا [۵] اور (اس کی) کوچیں کاٹ دیں۔ (۲۹)

پس کیوں کر ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ (۳۰)

ہم نے ان پر ایک چیخ بھیجی پس ایسے ہو گئے جیسے باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس۔ [۶] (۳۱)

اور ہم نے نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی جو نصیحت قبول کرے۔ (۳۲)

قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی۔ (۳۳)

بیشک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی [۷] سوائے

---

(۱) یعنی دیکھ کہ یہ اپنے وعدے کے مطابق ایمان کا راستہ اپناتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کی ایذاؤں پر صبر کر۔

(۲) یعنی ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لیے اور ایک دن قوم کے پانی پینے کے لیے۔

(۳) مطلب ہے ہر ایک کا حصہ اس کے ساتھ ہی خاص ہے جو اپنی اپنی باری پر حاضر ہو کر وصول کرے دوسرا اس روز نہ آئے شُرْبٌ، حصہ آب۔

(۴) یعنی جس کو انہوں نے اونٹنی کو قتل کرنے کے لیے آمادہ کیا تھا، جس کا نام قدار بن سالف بتلایا جاتا ہے، اس کو پکارا کہ وہ اپنا کام کرے۔

(۵) یا تلوار یا اونٹنی کو پکڑا اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور پھر اسے ذبح کر دیا۔ بعض نے فَتَعَاطَىٰ کے معنی فَجَسَرَ کیے ہیں، پس اس نے جسارت کی۔

(۶) حَظِيرَةٌ، بمعنی مَحْظُورَةٌ، باڑ جو خشک جھاڑیوں اور لکڑیوں سے جانوروں کی حفاظت کے لیے بنائی جاتی ہے۔ مُحْتَظِرٌ، اسم فاعل ہے صَاحِبُ الْحَظِيرَةِ۔ هَشِيمٌ، خشک گھاس یا کٹی ہوئی خشک کھیتی یعنی جس طرح ایک باڑ بنانے والے کی خشک لکڑیاں اور جھاڑیاں مسلسل روندے جانے کی وجہ سے چورا چورا ہو جاتی ہیں وہ بھی اس باڑ کی مانند ہمارے عذاب سے چورا ہو گئے۔

(۷) یعنی ایسی ہوا بھیجی جو ان کو کنکریاں مارتی تھی۔ یعنی ان کی بستیوں کو ان پر الٹا دیا گیا، اس طرح کہ ان کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا حصہ اوپر، اس کے بعد ان پر کھنگر پتھروں کی بارش ہوئی جیسا کہ سورۂ ہود وغیرہ میں تفصیل گزری۔

نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾

لوط (علیہ السلام) کے گھر والوں کے ' انہیں ہم نے سحر کے وقت نجات دے دی۔[1] (۳۴)

اپنے احسان سے[2] ہر ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(۳۵)

وَلَقَدْ أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾

یقیناً (لوط علیہ السلام) نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا[3] تھا لیکن انہوں نے ڈرانے والوں کے بارے میں (شک و شبہ اور) جھگڑا کیا۔[4] (۳۶)

وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾

اور ان (لوط علیہ السلام) کو ان کے مہمانوں کے بارے میں پھسلایا[5] پس ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں'[6] (اور کہہ دیا) میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو۔(۳۷)

وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾

اور یقینی بات ہے کہ انہیں صبح سویرے ہی ایک جگہ

---

(۱) آل لوط سے مراد خود حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے لوگ ہیں' جن میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی شامل نہیں' کیونکہ وہ مومنہ نہیں تھی' البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں ان کے ساتھ تھیں' جن کو نجات دی گئی۔ سحر سے مراد رات کا آخری حصہ ہے۔

(۲) یعنی ان کو عذاب سے بچانا' یہ ہماری رحمت اور احسان تھا جو ان پر ہوا۔

(۳) یعنی عذاب آنے سے پہلے' ہماری سخت گرفت سے ڈرایا تھا۔

(۴) لیکن انہوں نے اس کی پروا نہیں کی بلکہ شک کیا اور ڈرانے والوں سے جھگڑتے رہے۔

(۵) یا بہلایا یا مانگا لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو۔ مطلب یہ ہے کہ جب لوط علیہ السلام کی قوم کو معلوم ہوا کہ چند خوبرو نوجوان لوط علیہ السلام کے ہاں آئے ہیں (جو دراصل فرشتے تھے اور ان کو عذاب دینے کے لیے ہی آئے تھے) تو انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم اپنے بگڑے ہوئے ذوق کی ان سے تسکین کریں۔

(۶) کہتے ہیں کہ یہ فرشتے جبرائیل میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تھے۔ جب انہوں نے بدفعلی کی نیت سے فرشتوں (مہمانوں) کو لینے پر زیادہ اصرار کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر کا ایک حصہ انہیں مارا' جس سے ان کی آنکھوں کے ڈھیلے ہی باہر نکل آئے' بعض کہتے ہیں' صرف آنکھوں کی بصارت زائل ہوئی' بہرحال عذاب عام سے پہلے یہ عذاب خاص ان لوگوں کو پہنچا جو حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بدنیتی سے آئے تھے۔ اور آنکھوں سے یا بینائی سے محروم ہو کر گھر پہنچے۔ اور پھر صبح اس عذاب عام میں تباہ ہو گئے جو پوری قوم کے لیے آیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

پکڑنے والے مقررہ عذاب نے غارت کر دیا۔[1] (۳۸)

فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾

پس میرے عذاب اور میرے ڈراوے کا مزہ چکھو۔(۳۹)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾

اور یقیناً ہم نے قرآن کو پند و وعظ کے لیے آسان کر دیا ہے۔[2] پس کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔(۴۰)

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾

اور فرعونیوں کے پاس بھی ڈرانے والے آئے۔[3] (۴۱)

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾

انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں[4] پس ہم نے انہیں بڑے غالب قوی پکڑنے والے کی طرح پکڑ لیا۔[5] (۴۲)

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾

(اے قریشیو!) کیا تمہارے کافر ان کافروں سے کچھ بہتر ہیں؟[6] یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں چھٹکارا لکھا ہوا ہے؟[7] (۴۳)

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾

یا یہ کہتے ہیں کہ ہم غلبہ پانے والی جماعت ہیں۔[8] (۴۴)

---

(۱) یعنی صبح ان کے پاس عذاب مستقر آگیا۔ مستقر کے معنی، ان پر نازل ہونے والا، جو انہیں ہلاک کیے بغیر نہ چھوڑے۔

(۲) تیسیر قرآن کا اس سورت میں بار بار ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ قرآن اور اس کے فہم و حفظ کو آسان کر دینا، اللہ کا احسان عظیم ہے، اس کے شکر سے انسان کو کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

(۳) نُذُرٌ، نَذِيرٌ (ڈرانے والا) کی جمع ہے یا بمعنی إِنْذَار مصدر ہے۔(فتح القدیر)

(۴) وہ نشانیاں، جن کے ذریعے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونیوں کو ڈرایا۔ یہ نو نشانیاں تھیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

(۵) یعنی ان کو ہلاک کر دیا، کیونکہ وہ عذاب، ایسے غالب کی گرفت تھی جو انتقام لینے پر قادر ہے، اس کی گرفت کے بعد کوئی بچ نہیں سکتا۔

(۶) یہ استفہام انکار یعنی نفی کے لیے ہے۔ یعنی اے اہل عرب! تمہارے کافر گزشتہ کافروں سے، بہتر نہیں ہیں، جب وہ اپنے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے، تو تم جب کہ تم ان سے بدتر ہو، عذاب سے سلامتی کی امید کیوں رکھتے ہو؟

(۷) زُبُرٌ سے مراد گزشتہ انبیا پر نازل شدہ کتابیں ہیں۔ یعنی کیا تمہاری بابت کتب منزلہ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ یہ قریش یا عرب، جو مرضی کرتے رہیں، ان پر عذاب نہیں آئے گا۔

(۸) تعداد کی کثرت اور وسائل قوت کی وجہ سے، کسی اور کا ہم پر غالب آنے کا امکان نہیں۔ یا مطلب ہے کہ ہمارا معاملہ مجتمع ہے، ہم دشمن سے انتقام لینے پر قادر ہیں۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور پیٹھ دے کر بھاگے گی۔[۱] (۴۵)

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿۴۶﴾

بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کے وقت ہے اور قیامت بڑی سخت اور کڑوی چیز ہے۔[۲] (۴۶)

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۴۷﴾

بیشک گناہ گار گمراہی میں اور عذاب میں ہیں۔(۴۷)

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو۔[۳] (۴۸)

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾

بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔[۴] (۴۹)

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾

اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ (کا ایک کلمہ) ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔(۵۰)

---

(۱) اللہ نے ان کے زعم باطل کی تردید فرمائی' جماعت سے مراد کفار مکہ ہیں۔ چنانچہ بدر میں انہیں شکست ہوئی اور یہ پیٹھ دے کر بھاگے' رؤسائے شرک اور اساطین کفرہلاک کر دیئے گئے۔ جنگ بدر کے موقعے پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت الحاح و زاری سے اپنے خیمے میں مصروف دعا تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (حَسْبُكَ يَارَسُولَ اللهِ! أَلْحَحْتَ عَلَىٰ رَبِّكَ) ."بس کیجئے! اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کے سامنے بہت الحاح و زاری کرلی"۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمے سے باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی۔ (البخاری' تفسیر سورۃ اقتربت الساعۃ)

(۲) أَدْهَىٰ دَهَاءٌ سے ہے' سخت رسوا کرنے والا' أَمَرُّ مَرَارَةٌ سے ہے' نہایت کڑوا۔ یعنی دنیا میں جو یہ قتل کیے گئے' قیدی بنائے گئے وغیرہ' یہ ان کی آخری سزا نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت سزائیں ان کو قیامت والے دن دی جائیں گی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

(۳) سَقَرَ بھی جہنم کا نام ہے یعنی اس کی حرارت اور شدت عذاب کا مزہ چکھو۔

(۴) أئمہ سنت نے اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات سے استدلال کرتے ہوئے تقدیر الٰہی کا اثبات کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی سب کا علم تھا اور اس نے سب کی تقدیر لکھ دی ہے اور فرقہ قدریہ کی تردید کی ہے جس کا ظہور عہد صحابہ کے آخر میں ہوا۔ (ابن کثیر)

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَآ أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾

اور ہم نے تم جیسے بہتیروں کو ہلاک کر دیا ہے[۱] پس کوئی ہے نصیحت لینے والا۔ (۵۱)

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾

جو کچھ انہوں نے (اعمال) کیے ہیں سب نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں۔[۲] (۵۲)

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾

(اسی طرح) ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے۔[۳] (۵۳)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿۵۴﴾

یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہونگے۔[۴] (۵۴)

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

راستی اور عزت کی بیٹھک میں[۵] قدرت والے بادشاہ کے پاس۔[۶] (۵۵)

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن

سورۂ رحمٰن مدنی ہے اور اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

---

(۱) یعنی گزشتہ امتوں کے کافروں کو، جو کفر میں تمہارے ہی جیسے تھے۔ أَشْيَاعَكُمْ أَيْ: أَشْبَاهَكُمْ وَنُظَرَاءَكُمْ (فتح القدیر)

(۲) یا دوسرے معنی ہیں، لوح محفوظ میں درج ہیں۔

(۳) یعنی مخلوق کے تمام اعمال، اقوال و افعال لکھے ہوئے ہیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، حقیر ہوں یا جلیل، اشقیا کے ذکر کے بعد اب سعدا کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۴) یعنی مختلف اور متنوع باغات میں ہوں گے۔ نَهَرٌ، بطور جنس کے ہے جو جنت کی تمام نہروں کو شامل ہے۔

(۵) مَقْعَدِ صِدْقٍ، عزت کی بیٹھک یا مجلس حق، جس میں گناہ کی بات ہو گی نہ لغویات کا ارتکاب۔ مراد جنت ہے۔

(۶) مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ، قدرت والا بادشاہ یعنی وہ ہر طرح کی قدرت سے بہرہ ور ہے جو چاہے کر سکتا ہے، کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا۔ عِنْدَ (پاس) یہ کنایہ ہے اس شرف منزلت اور عزت و احترام سے، جو اہل ایمان کو اللہ کے ہاں حاصل ہو گا۔

☆ اس کو بعض حضرات نے مدنی قرار دیا ہے، تاہم صحیح یہی ہے کہ یہ مکی ہے (فتح القدیر) اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوئی ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم خاموش رہتے ہو، تم سے تو اچھے جن ہیں کہ جب جن والی رات کو میں نے یہ سورت ان پر پڑھی تو میں جب بھی ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ پڑھتا، تو وہ اس کے